اجتہادات نبی وغیر نبی- حجیت ومشرعیت میں فرق

نبیلہ فلک*

پروفیسر ڈاکٹر محمد سعد صدیقی**

Ijtihad is an important and basic part of Islamic law. ijtihad is the name of an effort and to exhast your capacity to discover shariah ruling about a new situation in the light of Quran and sunnah. ijtihad is used a lot times by the prophet. when any problem was discussed in front of the prophet, he at first waited for Wahi and answerd accordingly. some times he made a shariah solution without Wahi. a non prophet also does ijtihad and finds the solution of non quoted problems in the light of usool e fiqh. but as far as the ijtihad of a prophet is concern that is very different in nature and category to a non prophet. in this article,it is tried to explain the difference in authenticity and legal status of ijtihad between a prophet and non prophet.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض نبوت میں سب سے اہم اور بنیادی فریضہ اللہ تعالیٰ کے پیغام کو امت تک پہنچانا ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے، "یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیك من ربك" (اے رسولؐ جو کچھ آپؐ پر آپؐ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے آپ اس کی تبلیغ کیجیے۔")[1]

اللہ تعالیٰ کے پیغام کو امت تک پہنچانے کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف اسالیب اختیار فرمائے۔ ان اسالیب میں آیات کی وضاحت اور تشریح وتعبیر بھی شامل ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول، فعل اور تقریر سے بھی احکامات کی تشریح فرمائی بعض اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو تعلیم اپنے عمل سے امت کو دیتے یا عمل سے جو وضاحت فرماتے اس کے آغاز سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ وحی آپؐ کے لیے رہنمائی فرمادی جاتی جیسے نماز کے اوقات اور طریقہ کار کی تعلیم وغیرہ۔ کچھ امور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت کاملہ پر چھوڑ دیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بے مثال حکمت وفراست سے ان امور سے متعلق فیصلہ فرمائیں۔ اسی حکمتِ کاملہ کی بنیاد پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجتہاد کیا اور کئی امور کا فیصلہ فرمایا۔

---

* پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور۔

** پروفیسر/ چیئرمین، شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور۔

اجتہاد کی ضرورت دین کی بنیادی چیزوں کو طے کرنے میں پیش نہیں آتی اس لیے کہ بنیادی امور تو وحی کے ذریعے طے کیے جاتے ہیں، اسلام کے بنیادی عقائد بالکل واضح ہیں، ارکان عبادات بھی طے شدہ ہیں۔ اخلاقی اصولوں کی بھی پوری وضاحت کے ساتھ تفصیل دی گئی ہے۔ اجتہاد کی اصل ضرورت، اجتماعی، سیاسی، معاشی اور معاشرتی مسائل میں پیش آتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغمبر ہونے کے باوجود بہت سارے معاملات میں اجتہاد کیا حالانکہ آپؐ پر وحی کا نزول ہوتا تھا لیکن ایک پیغمبر پر بھی کئی مرحلے ایسے آتے ہیں کہ جب وحی الٰہی کی رہنمائی حاصل نہیں ہوتی اس وقت وہ اجتہاد کرتا ہے اور اپنی رائے سے ایک راہِ عمل متعین کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو اجتہاد سے کام لینے کی اجازت عطا فرمائی گئی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نصوص کتاب میں برابر غور وفکر اور اجتہاد سے کام لیا اور عمومات سے مخصوصات و جزئیات پر استدلال فرمایا، آپؐ نے صحابہ کرامؓ کو بھی نہ صرف اجتہاد کی اجازت دی بلکہ اس کی تعلیم بھی فرمائی اور یہی بات اہل علم کے نزدیک راجح اور صحیح ہے۔

علامہ آمدیؒ بھی اس بات کی تائید کی ہے اور لکھا ہے کہ امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور امام ابو یوسفؒ کا بھی یہی مسلک ہے کہ انبیاء سے اجتہاد کا صدور ہوا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اجتہاد فرمایا۔[۲] علامہ آمدیؒ نے آپ کو اجتہاد کی اجازت کی دلیل کے طور پر درج ذیل آیت پیش کرتے ہیں اور اس کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

"و شاورهم في الامر"[۳] والمشاورة انما تكون فيما يحكم فيه بطريق الاجتهاد، الا فيما يحكم فيه بطريق الوحي، روى شعبيؒ انه كان رسول الله يقضي القضية وينزل القرآن بعد ذلك بغير ما كان قضىٰ به على حاله، ويستقبل ما نزل به القرآن و الحكم بغير القرآن لا يكون الا بالاجتهاد"[٤]

(و شاورهم في الامر، مشاورت اس میں ہوتی ہے جس میں اجتہاد کے ذریعے کوئی حکم لگایا جاتا ہے اور جس بارے میں وحی ہو اس میں اجتہاد نہیں ہوتا اور شعبی نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نزاعات کے فیصلے فرماتے ہیں اور بعد میں اس فیصلے کے خلاف وحی نازل ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے فیصلے پر قائم رہتے اور مستقبل میں وحی کی روشنی میں فیصلہ فرماتے۔ اور قرآن کے بغیر کسی چیز کا حکم دینا اجتہاد کے علاوہ کچھ اور نہیں ہوسکتا۔)

شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اجتہاد دو طرح کا ہوتا تھا، ایک منصوص سے

استنباط، یعنی قیاس کے ذریعے حکم معلوم کرنا اور دوسرے شریعت کے عام مقاصد اور تشریع وتعبیر۔ احکام کے جو عام قواعد آپ کو وحی کے ذریعے معلوم تھے ان کی روشنی میں اجتہاد۔[۵]

عہد نبوی میں اجتہاد کے ثبوت کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات مبارکہ میں اجتہاد فرمایا۔

حضرت ام سلمیٰؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اِنِّی اِنَّمَا اَقْضِی بَیْنَکُمْ بِرَأیِ فِیْمَا لَمْ یَنْزِلْ عَلَیَّ فِیْہِ"[۶]

میں اس معاملے میں جس میں کچھ نازل نہیں ہوتا اپنی رائے سے فیصلہ کروں گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہادی فیصلوں کی ایک مثال اسیران بدر سے فدیہ قبول کرنا بھی ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

ما کان لنبی ان یکون لہ اسری حتی یثخن فی الارض تریدون عرض الدنیا واللہ یرید الاخرہ واللہ عزیز الحکیم۔ لولا کتب من اللہ سبق لمسکم فیما اخذتم عذاب عظیم فکلوا مما غنتم حلالا طیبا۔[۷]

(کسی نبی کی یہ شان نہیں کہ اس کے پاس قیدی ہوں جب تک کہ وہ دشمنوں کو زمین میں اچھی طرح کچل نہ دے تم دنیا کا سامان چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ (تمہارے لیے) آخرت کا سامان چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑا غالب ودانا ہے۔ اگر پہلے سے حکم الٰہی نہ ہوتا (کہ خطاء اجتہادی معاف ہے) تو ضرور بڑی پہنچتی بوجہ اس کے جو تم نے لیا ہے۔ سو کھاؤ جو تم نے حلال اور پاکیزہ غنیمت حاصل کی ہے)

صحیح مسلم میں ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ جب بدر کے قیدی لائے گئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے مشورہ طلب کیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اے اللہ کے رسول! یہ اپنی ہی قوم اور قبیلے کے لوگ ہیں، میرا خیال ہے کہ آپ ان سے فدیہ وصول کرلیں۔ اس سے ہمیں کفار کے مقابلے میں تقویت بھی مل جائے گی اور یہ بھی ممکن ہے کہ کسی وقت اللہ تعالیٰ ان کو بھی اسلام قبول کرنے کی توفیق دے دے۔ اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے پوچھا تمہاری کیا رائے ہے۔ حضرت عمر نے جواب دیا۔ اے اللہ کے رسول! بخدا میری وہ رائے نہیں جو ابوبکرؓ کی ہے میرا مشورہ تو یہ ہے کہ آپ اجازت دیں ہم ان کی گردنیں اڑا دیں۔ علیؓ کو اجازت دیں وہ عقیل کا سر قلم کردے مجھے اجازت

دیں میں فلاں (کسی رشتے دار کا نام لیا) کا سر قلم کر دوں۔ یہ کفر کے سرغنے اور علم بردار ہیں۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ کی رائے پسند فرمائی۔ آپؐ نے میری رائے قبول نہیں فرمائی۔ دوسرے دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ دونوں بیٹھے رو رہے تھے میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! آپؐ اور آپ کا ساتھی دونوں کیوں رو رہے ہیں۔ اگر مجھے رونا آیا تو میں بھی آپ کا ساتھ دوں گا رونہ رونے کی شکل بناؤں گا۔ آپؐ نے فرمایا کہ فدیہ قبول کرنے سے متعلق تیرے رفقاء نے جو مشورہ دیا تھا اس کی وجہ سے میں رو رہا ہوں مجھے اس کا عذاب اس درخت (جو نبیؐ کے قریب تھا) سے بھی قریب دکھایا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے [8] (ما كان لنبي ان يكون له......فكلوا مما غنمتم حلالا طيبا)[9]

علامہ نسفیؒ (م ۷۰۱ھ) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"فيما ذكر من الاستشاره دلالة على جواز الاجتهاد فيكون حجة على المنكرين القياس۔"[10]

(اور اس آیت میں جو مشاورت کا ذکر کیا گیا ہے اجتہاد کے جواز پر دلالت کرتا ہے
اور یہ بات منکرین قیاس کے لیے حجت ہے۔)

ملا جیون (م ۱۱۳۰ھ) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"انما وقع هذا المصلحة منكم بسبب اجتهاد كم ورايكم۔۔۔۔۔ وحكمه انه لا يعذب احدا بالعمل بالاجتهاد۔"[11]

(یہ مصلحت جو تمہارے (نبیؐ) اجتہاد اور رائے کے سبب واقع ہوئی۔۔۔۔۔ اور اس
کا حکم یہ ہے کہ اس مسئلہ میں اجتہاد سے کام لیا گیا ہے۔ اس کے لیے کسی کو بھی سزاوار
نہیں ٹھہرایا جائے گا۔)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عملاً اجتہاد فرمانے کی ایک مثال نو ہجری میں پیش آنے والے غزوہ تبوک کے موقع کی ہے۔ جب منافقین بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور جہاد میں شرکت نہ کرنے کا عذر بیان کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ میں شرکت سے رخصت حاصل کر لی اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو یوں مخاطب فرمایا:

"عفا الله عنك لم اذنت لهم حتى يتبين لك الذين صدقوا وتعلم الكاذبين"[12]

(اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف کر دیا (لیکن) آپ نے ان کو اجازت کیوں دی تھی جب تک آپ کے سامنے سچے لوگ ظاہر نہ ہو جائیں اور جھوٹے لوگوں کو آپ نہ جان لیتے۔)

آپؐ کے اجتہاد کی ایک اور مثال اور دلیل فتح مکہ کے دن کی بھی ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ کی شان بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"حرم اللہ مکۃ فلم تحل لاحد قبلی و لا لاحد بعدی احلت لی ساعۃ من نہار لا یختلی خلاھا و لا یحضد شجرھا و لا ینفر صیدھا و لا تلتقط لقطتھا الا لمعرف فقال العباس الا الاذخر لصاغتنا و قبورنا فقال الا الاذخر۔"[13]

(اللہ تعالیٰ نے مکہ کی سرزمین پر دوسروں کے غلبے کو حرام فرما دیا مجھ سے قبل اور بعد کسی کے لیے حلال نہیں، میرے لیے اس گھڑی میں حلال کر دی گئی کوئی اس کی زمین پر قبضہ نہ کرے نہ کوئی اس کے درخت کاٹے اور نہ کوئی اس کے شکار کو بھگائے اور نہ کوئی اس کی پڑی چیز کو اٹھائے مگر یہ کہ اعلان کرنے والا حضرت عباسؓ نے عرض کی سوائے اذخر کے جو ہمارے جانوروں اور قبور کے لیے ہے تو آپؐ نے اذخر کا استثنا فرما دیا۔)

علامہ آمدیؒ فرماتے ہیں کہ ظاہر ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اذخر گھاس کو مستثنیٰ قرار دینا اپنے اجتہاد سے تھا۔ کیونکہ یہ بات معلوم ہے کہ اس وقت وحی کا نزول نہیں ہوا تھا۔[14]

مندرجہ بالا تمام نظائر و امثلہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی عملاً اجتہاد فرمایا جس کی مزید امثلہ مختلف مستند اصول فقہ کی کتب میں موجود ہیں۔

قرآن مجید میں اجتہاد نبویؐ سے متعلق آیات سے علماء کرام نے استدلال کیا ہے کہ انبیاء کرام بھی کبھی اجتہاد فرماتے ہیں اور کبھی اس اجتہاد کے ذریعہ سے جو فیصلہ سامنے آتا ہے وہ اس وقت کے لحاظ سے اعلیٰ ترین نہیں ہوتا، تو ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو اس اجتہاد پر قائم نہیں رہنے دیتے بلکہ بذریعہ وحی اس پر متنبہ فرما دیتے ہیں لیکن نبی کے اجتہاد میں اور ایک غیر نبی کے اجتہاد میں زمین آسمان کا فرق ہے وہ یہ کہ وحی کے بعد نبی کے اجتہاد پر عمل ساقط نہیں ہو جاتا، اس پر عمل اور اس کی اتباع ہم پر لازم ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی و اتباع کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر سنت حجت ہے کیونکہ

پیغام خداوندی پہنچانے میں نبی ہر خطا سے پاک ہیں۔ قرآن مجید میں ایسی بہت ساری آیات ہیں جو نبی کی اتباع پر دلالت کرتی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔ [۱۵]

(سو آپ کے پروردگار کی قسم ہے کہ یہ لوگ ایماندار نہ ہوں گے، جب تک یہ لوگ اس جھگڑے میں جو ان کا آپس کا ہو آپ کو حکم نہ بنالیں اور پھر جو فیصلہ آپ کر دیں اس سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پائیں اور اس کو پورا پورا تسلیم کرلیں۔)

ایک اور جگہ فرمان الٰہی ہے:

وَأَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاحْذَرُوا [۱۶]

(اور اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور احتیاط رکھو۔)

اس قسم کی وہ تمام آیات جن میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے ساتھ مربوط کیا گیا ہے۔ ان کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جو حکم دیا ہے اور جس چیز سے روکا ہے، اس کو مانا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اطاعت رسول کا حکم دیا ہے، اور اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہے کہ آپ نے جس چیز کا حکم دیا یا جس سے منع فرمایا ہے اس کو مانا جائے اس پر عمل کیا جائے ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ۔ [۱۷]

(ان لوگوں کو جو اللہ کے حکم کی مخالفت کر رہے ہیں ڈرنا چاہیے کہ کہیں ان پر دنیا ہی میں کوئی آفت نازل ہو جائے۔)

اس آیت کے ذریعے کچھ ایسی چیزوں کو مخصوص کر دیا گیا ہے جس میں رسول کی اطاعت کرنی ہے اور وہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو قرآن میں موجود نہیں ہے۔

فرمان خداوندی ہے:

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا [۱۸]

(رسول تمہیں جو دیں وہ لے لو اور جس سے روکیں اس سے باز آجاؤ۔)

امام شاطبیؒ فرماتے ہیں:

قرآن مجید کی دلیلیں بتاتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ لے کر آئے آپ نے جس چیز کا حکم دیا، جس پر عمل کیا اور جس چیز سے روکا وہ حکم کے معاملے میں قرآن کے حکم کے ساتھ ہی ملحق ہے۔[۱۹]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پاک میں موجود احکام کی تشریح وتوضیح فرمانے والے ہیں جس طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ[۲۰]

(ہم نے یہ ذکر تم پر نازل کیا ہے تاکہ تم لوگوں کے سامنے اس تعلیم کی تشریح وتوضیح کرتے جاؤ جو ان کے لیے اتاری گئی ہے۔)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف قرآنی احکامات کی تشریح وتوضیح فرمائی بلکہ کئی مسائل کا شرعی حکم بھی بتایا جس سے آپ کی تشریعی حیثیت ثابت ہوتی ہے۔ان مسائل کا علم آپ قیاس سے معلوم فرماتے یا وحی الٰہی سے۔

شیخ عبدالغنی عبدالخالق فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک یہ بات کوئی اہمیت نہیں رکھتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطہ یا فرع کے بارے میں جو حکم بتلایا ہے وہ آپ نے وحی کے ذریعے بتایا یا اجتہاد کے ذریعے جس کی توفیق آپ کی اس حکمت اور علم کی بناء پر آپ کو اللہ نے دی جو دوسروں میں مفقود ہے۔ بلکہ اہمیت اس بات کی ہے کہ آپ نے ایسے مسائل میں جو کتاب میں منصوص نہیں ہیں احکام کی تشریع کی ہے اور آپ کی تشریع حجت ہے کیونکہ وہ وحی ہوگی یا بذریعہ اجتہاد، اجتہاد میں آپ غلطی سے معصوم ہیں یا اس حکم پر آپ کو قائم رکھا جاتا ہے اس لیے آپ کا اجتہاد بحیثیت اجتہاد کے حجت نہیں ہے، اس کی حجیت تو آپ کی علمیت سے یا آپ کے اس فیصلہ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے برقرار رکھنے سے پیدا ہوئی ہے۔[۲۱]

مولانا حنیف ندویؒ فرماتے ہیں:

اجتہاد قرآن وحدیث کے بعد اسلامی قانون کا سرچشمہ ہے۔نمو پذیر زندگی اور ترقی پذیر معاشرے کی رہنمائی کا واحد ذریعہ ہے اور ہدایت الٰہی کی تکمیل کا اہم باب ہے، اس لیے آپ نے بے شمار مواقع پر اجتہاد کر کے اس کے نشیب وفراز سے واقف کرا دیا تاکہ بعد کے لوگوں کے لیے اور باتوں کی طرح اس میں بھی آپ کی زندگی نمونہ ثابت ہو۔لیکن وحی الٰہی سے آپ کا تعلق قائم ہونے اور براہ راست اس سے راہنمائی حاصل کرتے رہنے کی وجہ سے آپ کے اجتہاد میں خطاء وغلطی کا احتمال باقی نہیں رہتا بلکہ دین وشریعت کے متعلق آپ نے جو کچھ اجتہاد فرمایا وہ شعور نبوت سے فرمایا اور شعور نبوت سے مراد علم وحکمت کا نور اور فہم وادراک کا

وہ کمال ہے جو نبوت کے خلقی وجدان اور داخلی شعور کا نتیجہ اور اس کے لیے لازم ہے۔ یہ شعور علم وادراک کا نہایت اونچا ومحفوظ اور ہر قسم کی آمیزش سے پاک ذریعہ سمجھا جاتا ہے پھر اس کو یہ قوت بھی حاصل ہے کہ برتر شعور یا نور سے تعلق جوڑ کر خارجی وماورائی حقیقت سے کسب فیض کرے اور وحی الٰہی کی شکل میں وہ علم و ادراک پیش کرے جو اس خارجی وماورائی حقیقت سے حاصل ہوا ہے۔ ایسی حالت میں لازمی طور پر شعور نبوت کے ذریعہ اخذ واستنباط یا اجتہاد دوسروں کے اجتہاد سے بلند ومحفوظ ہوتا ہے کیونکہ برتر شعور یا نور سے تعلق قائم ہونے کی وجہ سے اصلاح واضافہ کا سلسلہ جاری رہتا ہے جو دوسروں کے اجتہاد کو میسر نہیں۔[۲۲] اسی بناء پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ الرَّأْيَ إِنَّمَا كَانَ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُصِيبًا لِأَنَّ اللّٰهَ كَانَ يُرِيهِ وَإِنَّمَا هُوَ مِنَّا الظَّنُّ وَالتَّكَلُّفُ[۲۳]

(اے لوگو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے صائب و درست ہوتی تھی کہ اللہ آپ کو دکھاتا تھا، ہماری رائے ظن اور تکلف ہے۔)

جب پیغمبر منصوصات کو راہ نما نہیں پاتا تو اس وقت اجتہاد ورائے سے ایک راہ عمل متعین کر لیتا ہے۔ پیغمبر کے اجتہاد کے دونوں پہلو ہوتے ہیں ایک وہ جو نبوت کی بلندیوں اور فرازوں کو چھوتا ہے اس میں خطا کا امکان نہیں ہوتا وہ ہمیشہ صحیح ہوتا ہے اور ایک وہ جس میں بشریت کی جھلک ہوتی ہے۔ اس میں خطا اور لغزش کا امکان ہوتا ہے لیکن ایک پیغمبر کے اجتہاد میں اور ایک مجتہد کے اجتہاد میں چند بنیادی فرق ہیں، ایک یہ کہ نبی کی لغزش پر فوراً متنبہ ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ وحی سماوی اور صحیح صورتحال سے آگاہ کر دیا جاتا ہے۔ جبکہ مجتہد کے لیے یہ ضروری نہیں کہ وہ اپنی غلطی پر مطلع ہو سکے۔

نبی اور غیر نبی کے اجتہاد میں دوسرا فرق یہ ہے کہ مجتہد مسائل پر غور وفکر کرنے اور ان کے احکام تلاش کرنے کے لیے کچھ اصول وضع کرتا ہے کچھ اصطلاحات مقرر کرتا ہے۔ پھر ان کی روشنی میں مسائل وفروع پر استدلال کرتا ہے یا پہلے سے معین ومقرر اصولوں کو استدلال واستنباط مسائل میں ملحوظ ومرعی رکھتا ہے اور استدلال میں ان کی نشاندہی کرتا ہے لیکن پیغمبر ایسا کچھ نہیں کرتا۔

تیسرا فرق یہ کہ پیغمبر کا دائرہ اجتہاد فروع تک محدود نہیں ہوتا بلکہ انسانی زندگی سے متعلق ہر معاملہ اور ہر مسئلہ تک اس کی تگ وتاز ہے۔ نیز یہ کہ کلی وجزئی مسائل تک اس کی پہنچ براہ راست ملکہ نبوت اور نور بصیرت کے ذریعے ہوتی ہے جسے وحی خفی سے تعبیر کیا جاتا ہے

حقائق کو سمجھا دینے کا مفہوم ومنشاء یہ ہے کہ پیغمبر کو صرف کتاب ہی نہیں دی جاتی بلکہ خاص فہم وبصیرت (جو پیغمبر کے سوا کسی کو نہیں دی جاتی) اور اس کے متعلقات وفروع کو معلوم کرنے کا ایک مخصوص ملکہ اور ذوق بھی عطا کیا جاتا ہے۔ یہی وہ ذوق اور ملکہ ہے جس کی روشنی میں پیغمبر پر "تبیاناً لکل شیئ" یعنی ہر چیز کو کھول کھول کر بیان کر دینے کی ذمہ داری عائد کی گئی ہے اور اجتہاد اسی فریضہ تبیان کا ایک گوشہ ہے۔[۲۴] جبکہ ایک غیر نبی مجتہد کو اس طرح کی کوئی چیز حاصل نہیں ہوتی بلکہ وہ ہر علم اپنی محنت وکاوش سے حاصل کرتا ہے اس کا حاصل کیا ہوا فہم اور ذوق اس حد کو نہیں پہنچ سکتا جو ایک نبی کو حاصل ہوتا ہے۔

علماء کرام نے انبیاء کرام کے اجتہاد اور ایک مجتہد کے اجتہاد میں فرق کو بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ نزول وحی کے بعد نبی کے اجتہاد پر عمل ساقط نہیں ہوجاتا اس لیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اجتہاد سے اسیران بدر سے جو فدیہ لینے کا حکم دیا تھا وہ آیت کے نزول کے بعد بھی باقی رہا اور اس میں کوئی تغیر وتبدل نہیں کیا گیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کی طرف رجوع نہیں فرمایا بلکہ فدیہ لینے پر قائم رہے بخلاف مجتہد کے اگر اس کو اجتہاد کے بعد ظاہر ہو کہ میرا یہ اجتہاد نص کے خلاف ہے تو اس پر اجتہاد سابق سے رجوع لازم ہے۔ نبی اور رسول کا اجتہاد وحی خفی ہوتا ہے بقولہ تعالیٰ (وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی)[۲۵] اگر حق جل شانہ نبی کے اجتہاد پر سکوت فرمائیں تو وہ اجتہاد وحی خفی کے درجے میں آجاتا ہے اور اس کا بھی وہی حکم ہوتا ہے جو وحی جلی کا ہوتا ہے اور نبی کے اجتہاد کے خلاف کوئی وحی نازل ہوجاتی تو یہ وحی جلی اس وحی خفی یعنی اجتہاد نبی کے لیے ناسخ بن جاتی ہے۔ جیسے ایک آیت دوسری آیت کے لیے اور ایک حدیث دوسری حدیث کے لیے ناسخ ہوتی ہے۔ اسی طرح حق تعالیٰ کی نص اور وحی جلی، وحی خفی یعنی اجتہاد نبوی کی ناسخ ہوتی ہے اور نسخ کی حکمتیں اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ اللہ کے نبی نے غیر منصوص امر میں جو اجتہاد کیا وہ بھی حق تعالیٰ کے غیبی اشارہ سے تھا کقولہ تعالیٰ (اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْکُمَ بَیْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰکَ اللّٰہُ.)[۲۶] آپؐ نے جو رائے اور مشورہ دیا تھا وہ بھی اللہ کے اشارہ سے تھا اور بعد میں اس کے خلاف حکم نازل ہوا وہ بھی اللہ ہی کا حکم ہے اور ایک حکم دوسرے حکم کے لیے ناسخ ہے۔ وَاللّٰہُ یَفْعَلُ مَایَشَاءُ وَیَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ. نبی سے اجتہاد میں کوئی خطا واقع ہو تو اللہ تعالیٰ ہی بذریعہ وحی اس پر تنبیہ کر سکتے ہیں، معاذ اللہ کسی انسان کی مجال نہیں کہ وہ نبی اور رسول کے کسی اجتہاد پر تنقید وتبصرہ کر سکے اور اللہ تعالیٰ کے سکوت اور تقریر پر تبصرہ اور تنقید کرنا کفر ہے۔ یہ مقام نبوت اور بارگاہ رسالت ہے جہاں ہوائے نفسانی کا کوسوں اور منزلوں بھی گزر نہیں اور ایسے درجہ اور مقام پر ہوس کا کوئی دخل ممکن ہی نہیں۔[۲۷]

علامہ آمدیؒ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت یہ ہے کہ مخلوق میں آپؐ کو سب سے اعلیٰ مرتبہ حاصل ہے اور وہ مرتبہ نبوت ہے اور اہل اجماع کو درجہ عصمت اس لیے حاصل ہوتا ہے کہ وہ نبی سے شرف انتساب رکھتے ہیں آپؐ کا اتباع اور حکم کی تعمیل کرتے ہیں اور جس چیز سے آپ نے ممانعت کی اس سے بچتے ہیں، آپ اعلیٰ منصب پر فائز ہونے کی وجہ سے اس سے بے نیاز ہیں اس کے علاوہ آپ کو وحی کا شرف بھی حاصل ہے جس سے اجتہاد میں آپ کو درست بات سے آگاہ کر دیا جاتا ہے۔ اہل اجماع کے لیے عصمت ثابت ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ آپ سے زیادہ بلند درجہ پر فائز ہیں، بلکہ یہ مرتبہ انہیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت حاصل ہوا ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کی خصوصیت حاصل ہے جس کے ذریعے آپ کو اجتہاد میں لغزش کی صورت میں تنبیہ فرما دی جاتی ہے برخلاف اہل اجماع کے ان پر وحی کا نزول نہیں ہوتا اور ان کا اجماع انقطاع وحی کے بعد ہی منعقد ہو سکتا ہے۔[۴۸]

مولانا ادریس کاندھلویؒ نبی کی خطاء اجتہادی کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت انبیاء کرام کی خطاء اجتہادی کے یہ معنی نہیں کہ معاذ اللہ حضرات انبیاء غلطی سے حق کو چھوڑ کر باطل کا ارتکاب کر بیٹھے ہیں بلکہ ان کی خطاء کے معنی یہ ہیں کہ کسی وقت بھول چوک سے اولیٰ اور افضل کے خلاف کر بیٹھتے ہیں اور بجائے عزیمت کے رخصت پر عمل کر گزرتے ہیں جیسے داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام ہر ایک کا اجتہاد ہوائے نفسانی سے پاک تھا اور ہر اجتہاد وحی خفی اور وحی باطنی تھا مگر وحی جلی نے قیاس سلیمانی کو قیاس داؤدی سے افضل اور اولیٰ قرار دیا، وحی جلی نے جو قیاس سلیمانی کی تحسین کی اس کا یہ مطلب نہیں کہ قیاس داؤدی غلط تھا بلکہ اس کا مطلب یہ تھا کہ اللہ کے نزدیک قیاس سلیمانی بہ نسبت قیاس داؤدی کے زیادہ احسن اور قربت الی المصالح الخصمین تھا۔ معاذ اللہ ان دونوں قیاسوں میں وہ نسبت نہ تھی جو حق و باطل میں ہوتی ہے بلکہ وہ نسبت تھی جو کامل و اکمل، فاضل و افضل، عالی اور اعلیٰ میں ہوتی ہے۔ یا عزیمت اور رخصت میں ہوتی ہے۔[۴۹]

مندرجہ بالا اس نقطہ نظر سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اگر نبی اپنے اجتہاد سے فیصلہ کرتا ہے تو وہ بھی اعلیٰ ترین ہوتا ہے اور کبھی اعلیٰ تر، غلط نہیں ہو سکتا جبکہ غیر نبی جب اجتہاد کی بنیاد پر فیصلہ کرتا ہے تو وہ بھی درست ہوتا ہے اور کبھی غلط اور اس سے یہ بات بھی اخذ کی جا سکتی ہے کہ جب کسی نبی کا اجتہاد اعلیٰ ترین نہیں ہو سکتا تو پھر کسی غیر نبی کا اجتہاد اعلیٰ ترین اور غلطی سے پاک کیسے ہو سکتا ہے۔

مولانا تقی امینیؒ فرماتے ہیں کہ معاملات و امور کی تشخیص و تجویز کے معاملہ میں انبیاء علیہم السلام کی نہ تو بالکلیہ خود مختارانہ حیثیت ہوتی ہے کہ اپنی مرضی سے جو چاہیں کر دیں یا جو قواعد و قوانین چاہیں مقرر فرما دیں اور

نہ بالکلیہ وہ پابند ہوتے ہیں کہ ہر چھوٹے بڑے فیصلہ میں صریح ہدایت کے محتاج ہوں، بلکہ اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ وحی کے مختلف طریقوں کے ذریعہ ان کو ہدایت الٰہی کے بنیادی اصول بتا دیے جاتے اور ان کی کل پالیسی سمجھا دی جاتی ہے اور مجموعی طور پر مزاج سے روشناس کرا دیا جاتا ہے۔ اس انتظام کے بعد حالات وتقاضا کی مناسبت سے جو ضرورتیں پیش آتی رہتی ہیں۔ اگر ان کے بارے میں کوئی صریح ہدایت آجاتی ہے تو فبہا، ورنہ وہ اس پالیسی اور مزاج کی رعایت سے اور انہی بنیادی اصولوں کی روشنی میں اپنے اجتہاد سے حکم صادر کر دیتے ہیں اور اس حکم کو الٰہی نظام میں قانون کی حیثیت دی جاتی ہے اب اگر اس حکم کی حیثیت کسی مصلحت پر مبنی ہونے یا کسی خاص امر کی رعایت کی وجہ سے وقتی رعایت ہوتی ہے تو اس مصلحت کے ختم ہونے کے بعد وہ حکم بھی ختم ہو جاتا ہے یا ملتوی کر دیا جاتا ہے ورنہ دیگر الٰہی قوانین کی طرح اس حکم پر عمل درآمد بھی باقی رہتا ہے۔[۳۰]

مندرجہ بالا نقطہ نظر سے انبیاء کی معاملات ومسائل کے بارے تشخیص وتجویز کے ماخذ ومنابع کا تعین ہوتا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ نقطہ نظر بھی واضح ہوتا جاتا ہے کہ انبیاء کرام کی حیثیت قواعد وقوانین کی تعیین وتقرر میں بالکلیہ خود مختار نہیں ہے بلکہ ہدایت الٰہی کے بنیادی اصول ان کو بتا دیے جاتے ہیں اور مجموعی طور پر مزاج سے روشناس کرا دیا جاتا ہے۔ جس کی روشنی میں انبیاء اپنے اجتہاد سے حکم صادر کرتے ہیں۔ اس کے برعکس جب ایک غیر نبی مجتہد جب اجتہاد کرتا ہے تو نہ تو اس پر وحی کے مختلف طریقوں سے ہدایت الٰہی کا نزول ہوتا ہے نہ اسے الہامی طور پر کوئی قواعد واصول بتائے جاتے ہیں اور نہ ہی قوم کے مزاج سے شناسائی کروائی جاتی ہے بلکہ وہ اپنے محدود علم وحکمت اور انتہائی کوشش سے مسئلہ کے اقرب الی الصواب حل تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے اور واضح رہے کہ مسائل کے حل کی تجویز میں وہ ہرگز خود مختار نہیں کہ جو چاہے قواعد واصول مقرر کر دے بلکہ قرآن وسنت سے رہنمائی کا پابند ہے کیونکہ جب انبیاء کرام اس معاملے میں کلیۃ خود مختارانہ حیثیت نہیں رکھتے تو پھر ایک غیر نبی مجتہد کیسے اس خصوصیت کا حامل ہو سکتا ہے اجتہاد خواہ کتنے ہی بڑے فقیہ کا ہو، غلطی اور صحت دونوں ہی باتوں کا احتمال رکھتا ہے، اس وجہ سے ایک مجتہد اگرچہ اپنی ذات کی حد تک اپنے اجتہاد کا پابند ہوتا ہے، لیکن وہ دوسروں پر نہ اس کو واجب کر سکتا ہے اور نہ دوسروں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس کے اجتہاد کو نصوص کا درجہ دے کر اس کی بنا پر دوسروں کے ساتھ حق وباطل کا نزاع پیدا کریں۔

ایک اور بنیادی فرق ایک نبی اور غیر نبی کے اجتہاد میں یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اجتہاد سے جس چیز کو بھی حکم سمجھیں گے وہ حکم شرعی ہوگا جس کی مکلف ساری امت ہوگی اس لیے کہ جب آپ کو وجدان کے

ذریعے اپنے نفس میں حاصل شدہ اس ظن کا یقین ہو گیا کہ جسے شارع نے حکم پر دلیل بنایا ہے تو گویا آپ کو اس بات پر یقین حاصل ہو گیا کہ جس حکم تک آپ کا اجتہاد آپ کو لے گیا ہے وہ درحقیقت حکم الٰہی ہے اور وہ آپ کے اس حکم پر یقین کی مانند ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے آپکے دل میں الہام کیا ہو یا فرشتہ اسے لیکر نازل ہوا

لیکن نبی کے علاوہ کوئی دوسرا مجتہد اجتہاد کی بناء پر کسی حکم کو حکم شرعی سمجھے تو اس کی حیثیت وحی کی نہیں ہوگی کیونکہ ممکن ہے کہ فی الواقع وہ اللہ کا حکم ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ فی الواقع اللہ کا حکم نہ ہو۔[۳۱]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے اجتہاد و استنباط کئے ہوئے حکم اور کسی دوسرے مجتہد کے استنباط کئے ہوئے حکم کے درمیان بہت واضح فرق ہے۔ ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے اور وہ اس حکم کے مثل نہیں جو غیر نبی مجتہد کی اتباع کے بارے میں دیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو (خواہ مجتہد ہوں یا مقلد) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی اتباع کرنے اس کی حقیقت کا اعتقاد رکھنے اور اس کے انکار سے باز رہنے کا حکم دیا ہے اور تمام لوگوں کے لئے اس کو شریعت اور حجت قرار دیا ہے اور اس کے انکار کو کفر بتایا ہے اور یہ واضح کر دیا ہے کہ جو لوگ اجتہاد پر قدرت رکھتے ہوں ان میں سے کسی کے لیے جائز نہیں کہ اس حکم کے خلاف جو آپ نے بتایا ہے کوئی حکم مستنبط کرے۔ جبکہ جس حکم کا استنباط کوئی مجتہد اپنے اجتہاد سے کرتا ہے تو تمام امت پر اس استنباط کردہ حکم کی پیروی واجب نہیں یہ حکم دوسرے مجتہد کے لیے تشریع اور حجت نہیں اور نہ اس کا انکار کفر ہے بلکہ دوسرے مجتہد کو اجتہاد کرنے اور ایسا حکم مستنبط کرنے کی اجازت ہے جو اس کے حکم کے مخالف ہو۔[۳۲]

شارح مسلم الثبوت فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد سے پیدا ہونے والا حکم حجت ہے اس پر عمل کرنا ضروری ہے اور کسی کے لیے انکار کی گنجائش نہیں ہوتی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت مطلق ممنوع ہے۔ مخالفت صرف اس شخص کی رائے کی صحیح ہو سکتی ہے جس کے ہر قول و فعل کو اقتداء واتباع کا درجہ حاصل نہ ہو۔[۳۳]

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ اجماع کی دلیل ہمیں یہ بتاتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کی مخالفت حرام ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو شرک و ضلالت، فسق و فجور اور معصیت سے پاک رکھا ہے یہ حضرات حسب و نسب اور اخلاق کے افضل اور علم کا بحیرہ وافر رکھنے والے اور نہایت بلند مرتبہ پر فائز تھے۔ امانت و دیانت کا پیکر اور حق گوئی میں معروف ان کی زبان مبارک سے کبھی کوئی غلط بات نہیں سنی گئی انہی صفات کے باعث

انبیاء کرام لوگوں سے ممتاز ہیں اللہ تعالیٰ نے ہم پر فرض قرار دیا ہے کہ ہم ان کے مطیع وفرمانبردار رہیں اور ان کے ہر ارشاد کے سامنے سر تسلیم خم کریں کیونکہ ان کا ہر ارشاد وحی کے تابع ہوتا ہے [۳۴] ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى [۳۵]

انبیاء کرام کے علاوہ باقی جس قدر بھی آئمہ، مجتہدین، شیوخ اور قائدین ہیں چونکہ وہ معصوم نہیں ہیں لہذا ہم ان کی صرف اسی بات کو لیں گے جو حق کے مطابق ہوگی، ان کے اقوال بذات خود دلیل نہیں ہیں۔ واللہ اعلم۔

حوالہ جات وحواشی

۱۔ المائدہ ۵:۶۷

۲۔ آمدی: سیف الدین، الاحکام فی اصول الاحکام، مکتبہ العصریہ بیروت، ۲۰۱۰ء ۳۶۸/۲

۳۔ ابن ہمام، التقریر والتحریر، دار الفکر بیروت، ۱۹۹۶ء ۳۹۳/۳

۴۔ آمدی: الاحکام فی اصول الاحکام: ۹۶۳/۲

۵۔ شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغۃ، المبحث السابع، مکتبہ رحمانیہ لاہور س، ن ص:۴۲۱۔

۶۔ سنن ابی داود، کتاب القضاء، باب فی قضاء القاضی اذا اخطاء، حدیث نمبر ۳۵۸۵، کتب الستہ، دار السلام للنشر والتوزیع، الریاض ۱۹۹۹ء۔

۷۔ الانفال ۶۹:۶۷

۸۔ صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر، باب ربط الاسیر وحبسہ وجواز المن علیہ حدیث نمبر: ۱۷۶۳، دار السلام للنشر والتوزیع الریاض ۲۰۰۰ء۔

۹۔ الانفال، ۶۹:۶۷

۱۰۔ نسفی، عبداللہ بن احمد بن محمود، تفسیر المدارک، قدیمی کتب خانہ، س۔ن ۶۰۰/۱

۱۱۔ ملاجیون، التفسیرات الاحمدیہ قرآن کمپنی لمیٹڈ مطبع الحرم پریس لاہور س ن، ص:۵۶۱

۱۲۔ التوبہ: ۳۴

۱۳۔ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب الاذخر والحشیش فی القبر، حدیث نمبر ۱۳۳۹، دار سلام للنشر والتوزیع الریاض، ۱۹۹۹ء

۱۴۔ آمدی، الاحکام فی اصول الاحکام، ۳۶۹/۲

۱۵۔ النساء: ۵۴

۱۶۔ المائدہ ۵۰:۹۲

۱۷۔ النور ۳۲:۹۳

۱۸۔ الحشر ۵۹:۷
۱۹۔ الشاطبیؒ، ابی اسحاق ابراھیم، الموافقات فی اصول الاحکام، دار الفکر، س۔ن ۸۰۱/۱
۲۰۔ النحل ۱۶:۴۴
۲۱۔ عبد الغنی، عبد الخالق، حجیت سنت، ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد مترجم (محمد رضی الاسلام ندوی)، ۱۹۹۷ء، ص: ۱۱۷۔
۲۲۔ ندوی، محمد حنیف مسئلہ اجتہاد، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۹۲ء، ص: ۱۲۲۔۱۲۳۔
۲۳۔ سنن ابی داؤد، کتاب الاقضیہ، باب فی قضاء القاضی اذا اخطا حدیث نمبر ۳۵۸۶/۳، دار احیاء بیروت س۔ن
۲۴۔ مسئلہ اجتہاد، ص: ۱۲۳
۲۵۔ النجم ۵۳:۳
۲۶۔ النساء ۴:۱۰۵
۲۷۔ بخاری، عبد العزیز، کشف الاسرار، الصدف پبلشرز کراچی، س ن، ص: ۲۱۱/۳۔۲۱۰؛ آمدی، الاحکام فی اصول الاحکام، ص: ۳۱۲/۲ (مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں شرح مسلم الثبوت، التقریر والتحدیر)
۲۸۔ آمدی، الاحکام فی اصول الاحکام، ۲/ ۳۷۳۔۳۷۲
۲۹۔ کاندھلوی، محمد ادریس، سیرۃ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، (تدوین وفہارس، ڈاکٹر محمد سعد صدیقی) مکتبہ عثمانیہ لاہور ۱۹۹۰ء ص: ۵۹۰
۳۰۔ تقی امینی۔ فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر، اسلامک پبلی کیشنز لاہور ۲۰۰۶ء، ص: ۱۰۷
۳۱۔ حجیت سنت ص: ۲۱۱
۳۲۔ ایضاً ص: ۳۰۱
۳۳۔ الانصاری، نظام الدین، عبد العلی محمد بن نظام الدین، فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت، منشورات رضی، قم، ایران، ۱۳۲۴ھ، ص: ۲/ ۳۶۹۔۳۷۰
۳۴۔ غزالی، ابی حامد محمد بن محمد، المستصفیٰ من علم الاصول، ادارہ القرآن وعلوم الاسلامیہ، کراچی ۱۹۸۷ء، ص: ۱/ ۱۱۲۔۱۱۳
۳۵۔ النجم ۵۳:۳،۴

☆☆☆☆☆

http://www.alqalamjournalpu.com/